ابو بن ادھم اور مادام ایلن فیرلات

تحریر: سہیل احمد لون

Woerdrn ہالینڈ کے عین وسط میں واقع ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کی تاریخی اعتبار سے کافی اہمیت ہے۔ ہالینڈ کے ڈیری پروڈکٹس دنیا میں متعارف کروانے میں اس قصبے کا کلیدی کردار ہے۔ یہاں کے لوگوں نے زراعت کے ساتھ ساتھ مویشی پالنے کی روایت کی بنیاد رکھی جو دیکھتے ہی دیکھتے ہالینڈ بھر میں پھیل گئی آج ہالینڈ کی معیشت میں ان کے ڈیری پروڈکٹس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نئے سال کا آغاز ہوتے ہی یورپ کے دیگر ممالک کی طرح ہالینڈ میں بھی برف باری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ Woerden نے بھی سفید چادر اوڑھ لی۔ قصبے کے وسط میں واقع جھیل میں چند بطخیں سرد پانی میں اداس گھوم پھر رہی تھیں۔ کبھی کبھار پرندوں کے چہچہانے کی تخفیف آوازیں بھی پرسکون فضا میں سنائی دیتیں۔ جھیل کے ساتھ سڑک پر کبھی کبھار کوئی کار بھی خاموشی سے گزر جاتی البتہ سڑک کے ساتھ بنے ہوئے سائیکل کے ٹریک پر تواتر کے ساتھ سائیکلیں گزر رہی تھیں جن پر ہر عمر اور طبقے کا ڈچ باشندہ صحت مندانہ انداز میں گزرتا دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ نے تو اس شدید سرد موسم میں بھی نکر پہن کر سائیکل چلا رہے تھے جیسے ٹانگیں کسی مرغابی کی لگائیں ہوں۔ تقریباً صبح دس بجے کا وقت تھا ایک سائیکل جھیل کے کنارے آ کر رکی جس پر ایک دراز قد تھلیث نما جسامت رکھنے والی تقریباً ستر سالہ خاتون سوار تھی۔ اس نے جیسے ہی اپنی سائیکل مقررہ جگہ پر کھڑی کر کے جھیل کے کنارے کا رخ کیا تو جھیل میں موجود بطخوں نے اسے دیکھتے ہی شور مچانا شروع کر دیا جیسے بچپن میں بچے سکول میں چھٹی کی گھنٹی بجنے پر مچاتے ہیں۔ اس نے گلے میں بستہ نما بڑا سا بیگ ڈالا ہوا تھا جس میں کافی وزن محسوس ہو رہا تھا۔ جب وہ جھیل کے کنارے کھڑی ہوئی تو بطخوں کے ساتھ ساتھ پرندوں کی خصوصاً کبوتروں کی کھسر پھسر میں اضافہ ہو گیا۔ چند لمحوں میں جھیل کے کنارے پانی میں بطخوں اور خشکی پر کبوتروں کا ہجوم تھا۔ ہر کوئی اپنے انداز میں اس بوڑھی عورت کو خوش آمدید کہہ رہا تھا اور بوڑھی عورت انہیں دیکھ کر ایسے مسکرا رہی تھی جیسے کوئی ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر مسکراتی ہے۔ اس عورت نے اپنے بیگ سے پلاسٹک کا ایک لفافہ نکالا جسے دیکھ کر بطخیں اور کبوتر ایسے نعرے لگانے لگے جیسے عمران خان کے جلسے میں معصوم جوشیلے کھلاڑی۔ اس نے بطخوں اور کبوتروں کے آگے کھانے کی چیزیں ڈالیں جس کے بعد ان کا شور نسبتاً کم ہو گیا۔ بوڑھی عورت کبوتروں اور بطخوں کو کھاتا دیکھ کر ایسے ہی مسکرا رہی تھی جیسے ہیر رانجھا فلم میں اداکارہ فردوس اعجاز کو چوری کھاتا دیکھ کر مسکراتی ہے۔ بوڑھی عورت کے ہاتھ میں پنکھا نہیں تھا مگر اس کے پیار کو دیکھ کر یہ لگتا تھا کہ اگر موسم گرمیوں کا ہوتا تو وہ بھی ہیر کی طرح پنکھے کی ہوا سے اپنے محبوب کبوتروں اور بطخوں کو پنکھا جھل کر ہوا بھی دے رہی ہوتی۔ لفافے سے مزید کھانے والی چیزیں کبوتروں اور بطخوں کو ڈال کر وہ قریب ہی ایک بنچ پر بیٹھ گئی۔ مگر اُس کا دھیان انکی طرف ہی تھا جیسے ہی وہ بنچ پر بیٹھتی ہے ایک گلہری بھی پیڑ سے اتر کر اس کے ساتھ ایسے بیٹھ جاتی ہے جیسے کوئی پرانی سہیلی۔ عورت نے اپنے چھوٹے سے پرس سے ٹافی نما کوئی چیز نکالی اس کا کور اتار کر جیب میں ڈال لیا اور ٹافی نما چیز کو گلہری کی طرف کی جیسے ہم کسی دوست کو کھانے کی چیز

پیش کرتے ہیں۔گلہری نے پلک جھپکنے کی دیر میں بلا تکلف اس سے ٹافی نما چیز دبوچ لی اور ایک شریر بچے کی طرح اس کو چبا چبا کر کھانے لگی۔چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر اپنی سائیکل کی طرف جانے لگی تو ایک اور گلہری اس کے سامنے کر ایسے کھڑی ہوگئی جیسے دودھ پلائی کی رسم میں ہمارے ہاں سالی اپنا لاگ مانگتے ہوئے۔اس نے پرس سے ایک اور ٹافی نما چیز نکالی اور اسکا کور اتارا اور پاؤں کے بل بیٹھ گئی گلہری نے اچک کر اپنے حصے کی چیز پکڑی اور اچھلتی کودتی بینچ پر دوسری گلہری کے ساتھ مل کر مزے سے کھانے میں مصروف ہوگئی۔عورت دستانے پہن کر سائیکل پر سوار ہوئی اور جاتے جاتے ہاتھ ہلا کر بطخوں،کبوتروں اور گلہریوں کو ایسے الوداع کیا جیسے کوئی پردیسی اپنا دیس چھوڑتے ہوئے ایئر پورٹ پر کھڑے اپنوں سے جدا ہو رہا ہوتا ہے۔اس بوڑھی ڈچ عورت کا نام Ellen Verlaat ہے جو تقریباً دس برس قبل ایک پرائیویٹ کمپنی میں لمبی ملازمت کے بعد ریٹائرڈ ہوئی تھی۔تین کمروں اور ایک بڑے گارڈن کے پر مشتمل اس کا ذاتی گھر تھا ڈچ زبان کے علاوہ فرانسیسی،انگریزی اور ڈوئچ زبان میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔مادام ایلن جیسے ہی اپنے گھر کے دروازے پر پہنچی تو اس کے استقبال کے لیے دروازے پر درجنوں بلیاں اور کچھ کتے پہلے سے موجود تھے۔گھر داخل ہو کر اس وہ صوفے پر بیٹھ گئی جہاں پہلے سے چھ سات بلیاں اور ایک کتا براجمان تھا۔اس کی موجودگی کے احساس بطخیں بھی قطار بنا کر اسے سلام پیش کرنے آ گئیں۔گھر میں کیلنڈر سے لیکر ڈیکوریشن کے شو پیس تک ہر چیز سے کسی نہ کسی جانور کی شکل ضرور دیکھی جا سکتی تھی۔مادام ایلن اس گھر میں کتے،بلیوں اور بطخوں کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔وہ شادی کر کے کسی مرد کے ساتھ زندگی گزارنے سے زیادہ جانوروں کی سیوا کر کے اپنے آپکو مطمئن تصور کرتی ہے۔مادام ایلن نہایت سادہ زندگی بسر کر رہی ہیں جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب سے وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی ہے اس نے کبھی کوئی نیا کپڑا خرید کر نہیں پہنا۔وہ اپنے کپڑے Secondhand شاپ سے خریدتی ہے اور اس کی الماری میں صرف دو سوٹ گرمیوں اور دو سردیوں میں پہننے والے ہیں۔وہ اس چیز کی قائل ہے کہ جب تک کپڑا اپھٹ نہ جائے اسے پھینکنا فضول خرچی ہے۔جو پیسہ کپڑوں میں خرچ کرنا ہے اسے اگر انسانوں یا جانوروں پر خرچ جائے جن کے پاس کھانے یا پہننے کو کچھ نہ ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے۔جوانی میں اس نے بوائے فرینڈ زرکھے مگر اس نے محسوس کیا کہ زندگی کا مقصد شادی کر کے بچے پیدا کرنا اور خاوند کی خدمت کرنا نہیں بلکہ دکھی انسانیت اور abandoned جانوروں کی مدد کرنا ہے۔یورپین لوگ سال میں اگر کہیں چھٹی منانے نہ جائیں تو اپنی زندگی کو کھوکھلا تصور کرتے ہیں مگر مادام ایلن گزشتہ دو دہائیوں سے اس لیے اپنے گھر سے باہر رات نہ گزار سکی کہ اس کے گھر درجنوں بلیاں،کتے اور بطخیں ہیں جن کو دیکھ بھال کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں۔وہ ان کو قسمت کے رحم وکرم پر چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی۔اس نے زندگی بھر کی کمائی اور پنشن جانوروں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دی ہے۔ایک ماہر نفسیات کی طرح وہ بھی جانوروں کی حرکات دیکھ کر ان کے جذبات کا اندازہ لگا سکتی ہے۔اس کے داہنے ہاتھ میں زخم کا نشان ہے۔اسے ایک مرتبہ بلی نے پنجہ مار کر زخمی کر دیا تھا۔مگر اس کا ماننا یہ ہے کہ اس میں قصور اُس کا اپنا تھا اگر وہ بلی کی توجہ سے بات سنتی تو اس نوبت تک نہ آتی۔ویسے تو وہاں کاموں کے لیے دیگر ڈچ لوگوں کی طرح سائیکل کا استعمال کرتی ہے مگر کسی دوسرے انسان خصوصاً دوسرے ممالک سے آئے ہوئے مہاجرین کی مدد کے لیے وہ اپنی کار ٹیکسی کی طرح استعمال کرتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ٹیکسی والا پیسے لیتا ہے مگر مادام ایلن اپنا فرض سمجھ کر مفت میں سب کرتی ہیں۔اگر کسی کے پاس کوئی جانور ہو جس کی دیکھ بھال

کرنے میں مشکلات پیش آتی ہوں مادام ایلین کے اعلان کے مطابق وہ ان کو ایسے قبول کرتی ہیں جیسے اپنا عبدالستار ایدھی لاوارث بچوں کو گود لیتے تھے۔انسانیت اور حیوانوں کی خدمت کرنا ہی اس نے اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا ہے وہ یہ کام کسی نیکی یا جنت کی لالچ میں نہیں کرتیں میڈیا سے وہ دور بھاگتی ہیں اور اپنی تصویر بھی بنوانے میں دقت محسوس کرتی ہیں ان کا ماننا ہے کہ یہ کام وہ مشہور ہونے کے لیے نہیں کرتیں بلکہ اپنی ذات کو سکون دینے کے لیے کرتیں ہیں۔اپنے علاقے میں آئے ہوئے غیر ملکی مہاجروں کے بچوں کو گھر گھر جا کر پڑھانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔جو کمایا ہے یا جو کماتی ہیں اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے مستحق انسانوں اور جانوروں پر حاتم طائی کی طرح خرچ کر دیتی ہیں۔یہ شاید اس کی صحبت کا نتیجہ ہے کہ اس کے گھر میں کتا، بلی، مرغی، بطخ اور بکری جیسے جانور ایک ہی چھت کے نیچے بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اتفاق سے رہتے ہیں۔مادام ایلین کہتی ہیں کہ وہ مطمئن تو ہیں مگر خوش نہیں کیونکہ انسان دوسرے انسان پر اتنا ظلم کر رہا ہے جس کا احساس اسے ٹھیک سے سونے بھی نہیں دیتا۔دنیا کے کسی بھی خطے میں اگر کوئی سانحہ یا حادثہ رونما ہو جائے تو مادام ایلین بے چینی اور شدت غم سے نڈھال ہو کر اپنے گھر میں ادھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیتی ہیں اور ساری ساری رات ان لوگوں کے غم میں رو کر گزار دیتی ہیں جن کے نام اور شکل سے بھی وہ واقف نہیں ہوتیں۔بچپن میں ابو بن ادھم کی نظم پڑھی تھی بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو ایک خیالی کردار تھا جس کا حقیقی روپ عبدالستار ایدھی کی شکل میں نظر آیا۔عبدالستار ایدھی کی وفات کے بعد میں نے سمجھا کہ شاید ابو بن ادھم جیسا کردار اب اس دنیا میں نہیں ہوگا مگر مادام ایلین کو دیکھ کر یہ یقین ہو گیا کہ اللہ کی مخلوق سے بے لوث محبت کرنے والے بندے ہر دور ہوتے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

Sohailloun@gmail.com

14-01-2017